
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Registered
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)
S. Fazlullah Artist

جلد ۱۰ نمبر ۴۸

مضامین غیر

مورخہ ۱۶ ار دسمبر ۱۹۲۵ء

غزل

(از خامۂ جناب منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف) بمشاعرہ مینا الادب لکھنؤ

جب وہ بار کسی عاشق کا جنم ہوتا ہے
اک وفادار سگ کوئے صنم ہوتا ہے

جانستاں غمزۂ معشوق ستم ہوتا ہے
ایسی کیا ہوتا ہے دُشیں ہوتا ہے بم ہوتا ہے

سلسلہ دار جدائی کا الم ہوتا ہے
کبھی غم ہوتا ہے ان کو کبھی ہم ہوتا ہے

بچپنے میں جو ذرا کرتے تھے بی شادی سے
شادیانے نہ بجاؤ انھیں غم ہوتا ہے

تان اور تال کی تشریح سنتی جانے
جس کو کھا لیتے ہیں عشاق وہ سم ہوتا ہے

تیرا عاشق ہے مگر ضبط کی الٹی تصویر
چیخ اٹھتا ہے کبھی درد جو کم ہوتا ہے

خانہ ویرانی عاشق کا ہے سامان مشوق
سبزہ ، ویرانوں میں ہر اک سبز قدم ہوتا ہے

سو وصل جاناں سے جو پیری میں ہیں محروم غریب
نہ بہت ہوتا ہے افسوس نہ کم ہوتا ہے

تین حرف ان پہ جو کرتے نہیں اتنی سی بات
کاف رے میم کے ملنے سے کرم ہوتا ہے

کھاتے پھرتے ہیں تلا بادیاں عشاق تمام
کوئے قاتل میں شب و روز اودھم ہوتا ہے

چھوٹتی رہتی ہے عشاق کی اکثر نکسیر
زلف مشکیں سے تو بس ناک میں دم ہوتا ہے

مکتب عشق میں دیتے ہیں سبق حضرت وصل
بے سے ہے میم ملا دو تو بھسم ہوتا ہے

بے تکی خط میں اڑاتے ہیں حسینان فرنگ
ہاتھ میں ان کے جہاں پر کا قلم ہوتا ہے

جو دکھاتے ہیں رہ عشق میں ثابت قدمی
ایسے عشاق کے پیروں میں ورم ہوتا ہے

مجھ کو معلوم نہیں درد ہے یا کیا شے ہے
کچھ مرے دل میں ترے سر کی قسم ہوتا ہے

ہو گئی اک عربی داں سے محبت جو ظریف
حسرت تقریر میں اب لا و نعم ہوتا ہے

میل تدقیق در سرمۂ تحقیق

نمبر ۳

(تتمہ ۹ ار دسمبر ۱۹۲۵ء)

ہمارے دوست حضرت بیخود نے قسم کھالی ہے کہ اعتراض پر غور نہ فرمائیں گے حالانکہ اعتراضات کی زبان حضرت غالب مرحوم کا شعر نہیں ہے جسکے سمجھنے میں جگر کاوی کی ضرورت ہو۔ شرح طباطبائی کے مقابلہ میں حضرت بیخود نے مکابرہ فرمایا تھا کہ وضح لکھوں جو بزبان حال پکار اٹھے کہ حق شرح ادا ہوگیا۔ ہم نے جواب میں یہ لکھنا مناسب نہ سمجھا کہ حضرت! آپ کی سخن فہمی سے ایسی امید نہیں ہے جو نمونہ پیش کیا گیا ہے وہ پرانی روٹی پر شکرا باندھنے کے مرادف ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ جس چیز کی شرح آپ لکھ رہے ہیں اسکی دو زبانیں ہیں ایک اوستادی کا اعلےٰ نمونہ ہے اور دوسری ہکلی ہے سمجھ میں نہیں آتی اس سے مقصود یہ تھا کہ جو اشعار صاف ہیں انکی شرح ہر شخص کرسکتا ہے جو مغلق اور بعید از فہم ہیں انکے سمجھانے میں آپ کی شرح بزبان حال کچھ نہ کہہ سکے گی۔ ہکلانے لگے گی۔ ہمارے جملے کا مفہوم حضرت بیخود یہ سمجھے کہ ہم الفاظ زبان حال کی صحت ترکیب میں کلام ہے یا یہ کہ دیوان صرف زبان حال رکھتا ہے تو پھر زبان حال کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ واہ سبحان اللہ کیا خوب سمجھے۔ دنیا جانتی ہے کہ قوت نطق نہ رکھنے والی چیزوں کی طرف جب کلام کی نسبت دیجاتی ہے تو کہتے ہیں "بزبان حال فلاں چیز یہ کہتی ہے" اس لیے کہ زبان قال وہاں سرے سے مفقود ہے۔ ہمارے اس جملہ کا جو مطلب حضرت بیخود نے نکالا ہے اسکی داد میاں منڈو کے ملہمات بھی نہیں دے سکتے۔

کہتے ہیں کہ میاں منڈو کچھ کہنے کا ہل بے پروا سست آدمی تھے انکی مفت خوری سے بی بی عاجز و نالاں ہوئیں اور انھوں نے سر راہ ایک بوریا بچھا کے انھیں بٹھا دیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو اور نجومی یا روشن ضمیر بن جاؤ اس کام میں ہلنے جلنے دوڑنے کی ضرورت نہیں جسے پوچھنا ہوگا وہ خود ہی آئے گا جو تمھارے دل میں آئے بتا دینا۔ بادشاہی گھوڑی چھوٹ گئی سائیس ڈھونڈھتا پھرا نہ ملی تو منڈو رمال سے پوچھنے لگا:۔

"ہمرا گھوڑی ہیرائے گئی کہوں ناہیں ملت"

منڈو رمال نے ڈانٹ بتائی:۔ "چھولی گھوڑی بھسولے کھڑی ہے" سائیس بھسولے پہونچا۔ دیکھتا کیا ہے۔ گھوڑی مزے سے کھڑی بھوسے کا ناشتا کر رہی ہے۔ الغرض کمالات باطنیہ کا ایسا شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ آنے اور بے جوڑ باتوں کے معنی پہنا کے روشن ضمیری کی مداحی کرنے لگے۔ شدہ شدہ بادشاہ تک یہ خبر پہونچی اور انھوں نے پالکی بھیج کے بلوایا۔ بادشاہ سلامت باغ میں اسوقت مصروف گلگشت تھے انھوں نے ایک ٹڈی پکڑ کے مٹھی میں دبالی تھی کہ یہ حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے انھیں دیکھتے ہی سوال کیا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔ میاں منڈو پر اسوقت ہیبت طاری تھی دل میں بی بی کو گالیاں دے رہے تھے کہ چڑیل نے مجھکو بکھیڑے میں پھنسایا۔ بڑا مکھنے یہاں کام ہیچیگا عجب نہیں کہ تلوار اور جلاد کا منہ دیکھنا پڑے۔ بسا اوقات فرط محویت و بیخودی سے دل کی بات زبان پر آجاتی ہے۔ اگلے پچھلے الہام یاد کرکے فرمانے لگے:۔

"جب ویسی بنی تب ویسی بنی اب کیسی بنی میاں منڈو"

یہاں مخاطب اپنی ذات تھی مگر بادشاہ سلامت نے جھٹ سے مٹھی کھول دی

ہاتھ جوڑے خوشنگار عفو ہوئے کہ اولیا اللہ کا امتحان لیا۔ بے شک ٹڈو کی مارو ٹڈی پیرے ہاتھ میں تھی۔ وہ واہ روشن ضمیر ہو تو ایسا ہو۔ وزیر معتوب ہوا کہ اُس نے میاں ٹڈو کے سراپا کرامت وجود سے آجتک مجھے بے خبر کیوں رکھا۔ میاں ٹڈو باحترام رخصت کئے گئے خلعت ملا جاگیر عطا ہوئی۔

اتفاق ہی سہی مگر میاں ٹڈو کے منہ سے جو بات نکلی اُس سے بادشاہ نے اپنا مطلب نکال لیا۔ ہماری کم علمی دیکھیے کہ ہم حضرت بیخود کے ارشادات سمجھ نہیں سکتے۔ ہم نے زبان حال کی صحت میں کب کلام کیا تھا جو حضرت نے جناب میر انیس مرحوم کا مصرعہ سند میں پیش کیا ہے

کہتے ہیں زبان حال سے رو رو کے شہید

حضرت غالب مرحوم اکثر مقامات پر فارسی کا ترجمہ کرنے میں اردو محاورے سے الگ ہو گئے ہیں۔ اُنکی یہ رفتار محل نظر ہے اور ساتھ ہی شاہ کلام کے منافی ہے۔ مثلاً

بکوے دل ز چشم تیب ساغر کھینچ

میں ساغر کشیدن فارسی محاورہ ہے یا مثلاً

نقش مجنوں آرزو سے باہر کھینچ

میں نقش کشیدن کا لفظی ترجمہ نظم کر دیا ہے۔ اُردو محاورہ سانس لینا ہے۔ نقش کھینچنا کوئی نہیں کہتا یا مثلاً خیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے۔ یہ طرز بھی فارسی ہے اردو میں یوں کہتے ہیں کہ مجھے اپنی اوقات سے نفرت ہے۔ غالب مرحوم نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ عمداً اختیار کیا ہے انھیں اپنے بعض اجتہادات خود قابل نظر معلوم ہوئے۔ دلی کے شعرا نے اُنکی بے دے کی حضرت بیخود ان امور سے واقف نہیں ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ غالب مرحوم کا اُردو کلام از روئے محاورہ بھی مستند ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قدر و منزلت باعتبار خیالی ہے۔

حضرت بیخود نے شرح طباطبائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ وہ شرح ہے جسکی بیگناہ کشی سے اشعار غالب سیاہ پوش نظر آتے ہیں۔ ہم نے اس کا جواب دیا تھا کہ شرح طباطبائی سے پہلے بھی اشعار غالب سیہ پوش تھے۔ اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ حروف کی سیاہ پوشی علامت ماتم ہے تو علت کے سمجھنے میں آپ نے غلطی کی ہے جس کی بدولت آجکل تمام حروف سیاہ پوش ہیں وہ کسی حرف کا منہ کالا کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ کاجل کی کوٹھری میں جانے والے کا دامن دھبے سے بچ نہیں سکتا۔ آپ کی شرح کے حروف بھی کالے ہو جائیں گے یہ معارضہ بالمثل تھا اعتراض نہ تھا۔ مگر حسب عادت بیخود صاحب نے کچھ ٹاٹ کی انگیا مرنج کی بخیہ جیسے نمونے اس معارضہ سے متعلق بھی پیش ہی کر دیے اور تمہید آیہ جملہ لکھا کہ خدا معترض علام کو جزائے خیر دے جس نے حسن تعلیل کی یہ داد دی۔ اسکا جواب ہم کیا دیں مگر حضرت بیخود نے حسن تعلیل کی داد جس عنوان سے دی ہے اُس صنعت کا نام حسن تعلیل کے عوض ماتم تعلیل رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت بیخود اس سے بھی واقف نہیں ہیں کہ نظم میں اگر چھری پھرانا چھری پھیرنے کی جگہ کوئی باندھ گیا تو اُسے ضرورت شعری سمجھنا چاہیے۔ اصل یہ ہے کہ چھری پھرانے سے چھری پھیرنا زیادہ صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بول چال میں کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ فلاں نے ہماری گردن پر کند چھری پھرائی جو بولتا ہے یہی بولتا ہے "چھری پھیری"۔ حضرت نثر عبارت میں جو وزن کی محتاج نہیں فرماتے ہیں کہیں انتخاب الفاظ کے کھتے پر چھری پھرائی گئی خیر حضرت بیخود تو اس بارے میں معذور ہیں۔ ہمارا روئے سخن اہل زبان کی طرف ہے اگر ان میں سے کوئی ثواب کمانا چاہتا ہو تو خدا کے لیے حضرت بیخود کو نظم و نثر کا فرق بتا دے اور یہ بھی کہ بول چال میں زیادہ تر چھری پھیرنا مروج ہے یا چھری پھرانا۔ اگر جناب مرزا دبیر و میر انیس کے زمانے میں یہ دونوں محاورے بول چال میں یکساں سمجھے جاتے ہوں تب بھی ہمارے زمانہ میں کوئی چھری پھرانا نہیں بولتا اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک متروک محاورہ ہے جولائی اور اگست کے الناظر میں حضرت بیخود نے ہمارے اعتراضات پر جو ایراد کیے تھے اُن کا تفصیلی جواب ہم نے دے دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اعتراض کا جواب نہ سمجھنا بھی ایک قابل اعتراض بات ہے خصوصاً جبکہ عبارت اعتراض میں گنجلک نہیں ہے لہذا اکتوبر اور نومبر کے الناظر میں حضرت بیخود صاحب نے جو جواب عنایت فرمائیں تو بہتر ہے۔

اگست کے الناظر میں حضرت نے تحاشی شروع کی۔ فرماتے ہیں کہ اب یہاں سے معترض علام صدر المحققین مرزا غالب پر کرم کیا ہے اس کا اجمالی جواب صرف اس خیال سے کہ معترض کی



تاطیعت تدبیر

استبداد:۔ خوب است آنا خوب است و پیش گو۔ و خود ست بگیر۔

جمہوریت:۔ نمی گزارم کہ تو جا ایش بگیری خاطر مرا نگہدار۔

دل شکنی نہ ہو لکھتا ہوں مفصل جواب میری شرح میں نظر آئے گا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں کسی سے الجھنا نہیں چاہتا۔ یہ تحاشی بھی قابل اعتراض ہے۔ مقام تحقیق میں ہر اس فرد کو جو گوہر انسانیت سے بہرہ رکھتا ہو کبیدہ ہونے کی ہرگز کوئی وجہ نہیں اگر آپ نے شرح طباطبائی پر محققانہ اعتراض کیے ہوتے تو اودھ پنچ کبھی مولانا طباطبائی کی حمایت نہ کرتا۔ دل شکنی کی وجہ یہی تھی کہ آپ کلام غالب کو سمجھے ہی نہیں۔ نہ شرح میں متروک و غیر متروک کے جو مباحث چھیڑے گئے ہیں آپ نے انھیں پر غور کیا ہے۔ بلکہ غالب کے ساتھ آپ کو حسن ظن ہے آپ شرح طباطبائی کے تفاصیل سے بھڑک اٹھے۔ آپ نے اپنے مضمون "دیوان غالب کی شرحیں" پر ایک سرسری نظر میں ایک عوامانہ تعبیر فرمایا ہے۔ ماتم کی صف بچھائی ہے۔ زانو پر دو ہتڑ مارتے ایک شارح کو جس نے طالب علموں کے سمجھانے کے لیے شرح لکھی ہے کوس رہے ہیں۔ اس کو سنے کاٹنے میں بالکل اس کا لحاظ نہیں فرماتے کہ ماتم کا محل بھی ہے یا نہیں یہ نوحہ زاری بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ ایک دیہاتن نے کی تھی۔

اگلے زمانہ میں شیعہ سنی دونوں مسلمان سمجھے جاتے تھے نکاح میں تفریق سنی شیعہ کی نہ تھی سنی مرد کے ساتھ شیعہ عورت کا نکاح ہوتا تھا شیعہ مرد کا نکاح سنی عورت کے ساتھ۔ الغرض شوہر نے اپنی لڑکی شیعہ لڑکے سے بیاہ دی۔ شیعوں میں نکاح کا صیغہ عربی ہوتا ہے جسے عام طور پر "صیغہ" کہتے ہیں۔ سنیوں میں اردو ہوتا ہے جسے "نکاح پڑھنا" کہتے ہیں۔ یہ فرق کوئی بڑا فرق نہیں مگر غریب دیہاتن نے جب یہ خبر سنی کہ نامعقول لڑکا نکاح پڑھوانے پر راضی نہیں بلکہ صیغہ پڑھوانے پر اصرار کرتا ہے تو اس نے بایں الفاظ بین کرنا شروع کیے:۔

"بہنی اب کا ہوئی ہے اب سیگا پڑھا جب ہے۔ ہو ہو ہو" یہ سوگ یہ بروگ مرحوم غالب بھی اگر زندہ ہوتے تو اپنے اشعار پر نکتہ چینی ہوتے دیکھ کے جائز نہ رکھتے۔ بیگانا کشی کا عیب مولانا طباطبائی پر محض الفاظ کے انتخاب پر چھری وہ پھر اتے ہیں۔ صف ماتم پر انھوں نے اشعار غالب کو لا بچھایا حروف نے سیاہ پوشی انکی وجہ سے اختیار کی معانی ہیرے کی انگوٹھی ہاتھ میں لیے خودکشی پر آمادہ ہیں۔ چتا میں آگ لگ چکی بلند خیالی بیوہ عورت کی طرح تمتماتا چہرہ لیے ہوئے اور ستی ہونے پر کمر بستہ ہے۔

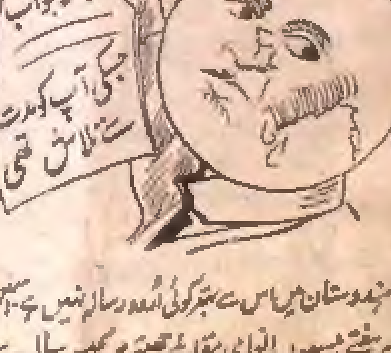
آپ ایک مرتبہ پھر اپنے مضمون کے سمجھے پر غور فرمائیں تو شاید ست پلٹے اور وزن میں آئے

کہ یہ الحاح و زاری فضول تھی محققین کا انداز بیان یہ نہیں ہے اگر وہ کسی اعتراض کا پہلو کمزور دیکھتے ہیں تو صرف کمزوری ظاہر کر دیتے ہیں۔ شرح طباطبائی میں اکثر مقامات پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ ماضی و حال کی بول چال کا فرق واضح کیا گیا ہے مگر آپ اسے بھی اعتراض سمجھے اور غالب کشی کا الزام مولانا طباطبائی کے سر تھوپنے لگے

"بہنی اب کا ہوئی ہے اب سیگا پڑھا جئی ہے ہو ہو ہو ہو" "کیا غضب ہے کہ میں سنگسار کیا جاتا ہوں۔ میں معترض نہیں مجیب ہوں۔ عجیب تماشا ہے کہ جس نے مرزا غالب ایسے یگانۂ دہر پر ایسی بیگانا ہی اتنے تیر مارے کہ کلیجا چھلنی کر دیا اس سے تو کسی نے نہ پوچھا اور میں جو ان تیروں کو نکالنا چاہتا ہوں تو مجھ پر تیر برسائے جاتے ہیں"

اس عبارت میں بھی کلام بے نظیر غالب پر چھلنی کی طرح تیر مارنے کا الزام موجود ہے (العیاذ باللہ) گویا مولانا طباطبائی غالب سے قلبی عداوت رکھتے تھے۔ اور غریب ادبار الشعرا خواہ مخواہ آپ پر تیر

لیجیے



برسا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

میں نے جناب طباطبائی کی کسی عبارت پر حرف زنی کرنے کا ارادہ نہیں کیا ورنہ جس طرح میری اصلاحی پر تیرباراں ہو رہا ہے وہی حالت یا اس سے بھی کچھ بڑھی ہوئی اُن جناب کی نظر آتی اور اگر جناب موصوف کے ایسے دوستوں نے مجبور کیا تو خدا گواہ ہے یہ عالم ہوگا۔

بوسہ بے ادبم آن قدر آورد ہجوم
کہ لب لعل ترا دست دشنام نماند

ناظرین اس بھولے پن پر غور فرمائیں جبکہ صدقہ کیا حضرت نے دیوان غالب کی شرح صرف اس لیے لکھی ہے کہ مولانا طباطبائی سے مقابلہ فرمائیں اور اب یہ کہتے ہیں اعتراض کا ارادہ نہ تھا کوئی ان سے پوچھے کہ جب حضرت اُردو سے ماہر نہیں تو اعتراض بھی ویسا ہی بیہودہ ہوگا جیسی کہ شرح دیوان غالب ہے ورنہ یہیں بھی ایسی ہی بے تمیزیاں ہوں گی جیسی کہ ناکوہ لقمہ چلے ہیں۔ مولانا طباطبائی کی عمر اس وقت اسّی سال کے قریب ہے آپ کی بزرگ داشت کا ثمرہ بزرگوں کی بے ادب تعلیم کا نتیجہ دیکھیے کہ "بوسہ ہائے بے ادبی" کی بھرمار سے اُن کے لب لعل بند کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے ایک معصوم بچے کے حق میں فرما چکے ہیں سے

دیوانہ عمل کھڑا ہوا من کو پھاڑ کے
لاحول ولا قوۃ! یہ کل شعر پڑھنا بھی حضرت کو

" آیا شعر کہنا اور شعر سمجھنا تو شئے دیگر ہے۔ اُسپر دعویٰ یہ کچھ۔

ابھی حضرت ہوش کے ناخون لیجیے آپ بچارے کسی کی اُردو پر کیا اعتراض کریں گے۔ بہ تجسس و تلاش بسیار آپ نے دو نوشتے پیش کیے مگر اعتراض کی تفصیل بھی نہ کر سکے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ "ناممکن الوقوع" کونسی ترکیب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ "ناممکن" کونسی ترکیب ہے؟ اور "ناممکن الوقوع" میں کیا غلطی ہے؟ ممکن الوقوع ہر شخص کی زبان پر جاری ہے اور ہرگز غلط نہیں ہے۔ اگر اسمیں فارسی کا حرف نفی لگا دیا گیا تو کیا بُرائی ہوئی۔ عربی الفاظ کے قبل فارسی حروف لگانے کا رواج پڑا نا ہے۔ بلکہ "اوائل کلمات" "و اواخر کلمات" ریفکس اور سفکس اُردو میں عجمی زبان سے بکثرت ماخوذ ہیں۔ اور عجمیوں نے عربی الفاظ کے قبل و بعد لگائے ہیں۔ یہ بات آپ کے لیے عجیب و اجنبی ہوگی ہمارے واسطے اجنبی نہیں ہے مثلاً نامحرم نافہم ناممکن وغیرہ۔

دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو:۔

جناب طباطبائی مرزا کے اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں سے

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

اس شعر میں معنی کی نزاکت یہ ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ لب عیسیٰ کو صدائے عیسیٰ کی حرکت سے مقدم سمجھا ہے۔ کہتا ہے کہ میں پہلے حرکت لب ہی کی اوجھڑ سے مر گیا اور حریف دم عیسیٰ نہ ہوا۔ الخ

اس عبارت پر بیخود صاحب اعتراض کرتے ہیں

"حرکت لب کی اوجھڑ۔ اور لب بھی کون۔ لب عیسیٰ" جو کوئی بیخود شناس ہو وہی اس خط کشیدہ عبارت سے اعتراض کا مطلب نکال سکتا ہے۔ پہلے تو ہم رعایت کرتے تھے مگر اب صاف صاف کہتے ہیں کہ حضرت بیخود بالکل اُردو سے ناواقف ہیں۔ غالب کے شعر کا صحیح مطلب وہی ہے جو مولانا طباطبائی نے ارشاد کیا اوجھڑ مشہور و مستعمل و فصیح لفظ ہے اور تصادم کا صحیح ترجمہ ہے۔ جنبش لب میں بشرطیکہ بے صدا ہو ہوا میں تموج وارتجاج نہیں ہوتا۔ صدا اور دم میں تموج ہوتا ہے اور یہی تموج ہوائی پردۂ گوش یعنی صماخ سے ٹکراتا ہے۔ صرف جنبش لب ہی سے مر جانا نازکی دو یا باعتبار خطاء العام حالت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ نزاکت کی انتہا ہے کہ ابھی ہونٹوں سے نکل کے صدا یا دم عیسیٰ مریض کے کانوں تک نہ پہونچی تھی ہونٹ ایک ہی بار ہلے تھے اتنے میں مریض نے خدا گنج کی راہ لی۔ صدا کی اوجھڑ کا مقابلہ نہ کر سکا۔

اگر اس بیت سے کوئی اور مطلب نکلتا ہو تو ضرور افادہ فرمائیے ہم "بوسہ ہائے بے ادبی" سے



"اوہی - اتنے ماموں! اور ایک دُم"

آپ کے لب لعلین پہ عمر بھر ہرگز نہ لگائیں گے
(باقی آئندہ)

راقم ———

اوبار الشعرا

الحدید والدم

یا معاشر المسلمین! اے رہنے والے بیچ گنبد فلک کے آگاہ ہو اور ہو جاؤ خبردار وقت آنے والے سے پہلے۔ کہ پھیل رہی ہے وبا بیچ دنیا کے قبہ شکنی کی۔ اور آگیا زمانہ انہدام قبہ کا اور انہدام گنبد کا بیچ ارض مقدس کے اور ہم آگاہ کیے دیتے ہیں تم لوگوں کو بیچ نصیحت کے کہ پھیلے گی یہ وبا وہاں سے بیچ ساری دنیا کے۔ اور آئے گی بیچ غریب ہندوستان کے بھی۔ کیونکہ ہیں اس ملک میں بھی ایسے لوگ جو ہیں سمجھتے جہاد اکبر توڑنے کو قبے کے پہلے تھے یہ چھپے ہوئے اور دم دبائے ہوئے۔ اور بس تحقیق کہ اب ابل پڑے ہیں برساتی مینڈکوں کی طرح ہر قریہ اور ہر شہر میں۔ اور زور پکڑ گئے ہیں خروج سے ابن سعود نجدی کے۔ کیا نہیں دیکھ رہے ہو تم لوگ بیچ اخباروں اردو کے کہ بس تحقیق کے شائع ہو رہے ہیں اس میں طرح طرح کے فتاوے اور مضامین ناجوازی قبہ کے جو ہے بالتحقیق بدعتوں میں سے ایک بدعت۔ حالانکہ نہیں گھومتی بیچ ان کے بدعت۔

سوچ رہے تھے ملا توزی بیٹھے ہوئے بیچ گنبد بسم اللہ کے نیچے اسکے کہ آئی بیچ کانوں ان کے ایک آواز مثل صدائے گنبد کے اور تحقیق کہ تھی وہ آواز گرنے کی کسی قبہ کے۔ چونک پڑے وہ اس آواز سے اور نکل پڑے گنبد سے بسم اللہ کے۔ اور ہوئے وہ بہت خوش بکیفیت ایک شاعر کے۔ حالانکہ وہ نہیں ہیں شاعر مگر رکھ چھوڑا ہے ایک تخلص اچھا سا واسطے دکھانے لوگوں کے۔ کہ شاید کی گولہ باری حضرت سلطان ابن سعود مجاہد نے اوپر گنبد فلک کے کہ ہے یہ بالتحقیق ایک قبہ عظیم الشان بیچ زمین القبابات و ذوالقبابات بیچ نظر دنیا والوں کے اور لاریب ہے یہ ایک گرینڈ قبہ اوپر قبر لاکھوں آرزوؤں شاعروں کے کے اور اوپر تربت کروڑوں تمناؤں عاشقوں کے کے اور اوپر مزار سینکڑوں مسلمانوں کے کے اور بس تحقیق کہ ہے یہ بدعتوں میں سے ایک عظیم اور قدیم بدعت اور تحقیق کہ ہے توڑنا اس بدعت کا ضروری اور لازمی۔ مگر جب آئے ملا توزی علیہ الرحمہ باہر گنبد سے بسم اللہ کے کے اور کی نگاہ اوپر طرف گنبد فلک کے کے تو دیکھا کہ ہے اب تک یہ بدعت قدیم اوپر حال اپنے کے۔ پس ہوا حضرت ملا قدس سرہ کو قلق نہایت نہیں ٹوٹنے سے اس ابوالقبابات کے۔ پھر وہ لگے سوچنے وجہ اس کی اور لیٹے دھماکے کی کہ کیا کہ گرا دیا ہے جو ہے نے انڈا جو تھا رکھا اوپر طاق کے واسطے ناشتہ اور بدرقہ چائے اپنی کے پس ہوا حضرت ملا کو یہ قلق دوسرا ٹوٹ جانے سے انڈے کے۔ مگر ہوئی ساتھ ہی کچھ خوشی بھی کہ ٹوٹا ایک قبہ نما چیز کہ تھی مشابہ بدعت کے۔ پس نکلی انکے دل سے صدائے تکبیر

صدائے عام

نمائش فنون لطیفہ یوپی پراونشل میوزک کانفرنس کا افتتاح بمقام خیرآباد (اودھ) ۳ جنوری سے تا ۱۱ جنوری ۱۹۲۶ء تک ہوگا۔ آلات موسیقی فروخت کرنے والا اور علاوہ سنگ تراش اور مصوروں کو اپنے ہنر دکھانے کا نادر موقع ہے تشریف لائیں اور کانفرنس کی زینت بڑھائیں۔ جگہ اور قیام اور دیگر ضروریات کے متعلق آنریری سکریٹری فرسٹ یوپی پراونشل میوزک کانفرنس خیرآباد (اودھ) سے ۲ جنوری تک خط و کتابت کرنی چاہیے۔

نوٹ۔ یوپی پراونشل میوزک کانفرنس اور نمائش آلات موسیقی و نمونہ اسے مصوری و سنگ تراشی ۳ جنوری ۱۹۲۶ء سے ۱۱ جنوری ۱۹۲۶ء تک کھلی رہے گی۔ مہمانوں کے واسطے قیام و طعام وغیرہ کا انتظام وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے۔ باہر سے آنے والے مہمان مذکورہ بالا پتہ پر یکم جنوری تک خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

المشتہر
ٹھاکر مہیشری پرشاد آنریری جنرل سکریٹری
خیرآباد (اودھ)

خواجہ بیتی

یعنی
نئی روشنی کے صوفی خواجہ حسن نظامی دہلوی
کی تصانیف پر مکمل تبصرہ

جسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خواجہ صاحب کا مذہب سوائے زرکشی اور دنیا پرستی کے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ جیسی ہوا دیکھتے ہیں ویسا ہی رخ بدلتے ہیں۔ زمانہ کی رفتار کے موافق مضامین لکھنا خواہ اس سے دین و ایمان کیسا ہی برباد کیوں نہ ہو یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اسمیں آپ کے سلوک و تصوف اور [illegible] کی حقیقت بھی خوب ... بیان کی گئی ہے۔ آپ کے مضامین کا نوجوانوں پر کیا اثر پڑتا ہے اور آپ کی اردو نویسی کہاں تک مذہب و اخلاق کو تباہ کرنے والی ہے اسکی کافی وضاحت کی گئی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر بات مدلل مع حوالہ کتاب و صفحہ۔

قیمت صرف آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ

ماسٹر محمد ضمیر الدین صدیقی ہائی اسکول
راندیریہ مغل اسٹریٹ ۱۴۲ رنگون

حب مقوی باہ

حرارت غریزی بڑھانے مردہ جسم میں نئی روح پھونکنے گئی گزری باہ کو واپس لانے۔ بڈھوں کو نوجوان بنانے والی بے مثل گولیاں۔

قیمت ایک درجن ایک روپیہ (عہ)

ناظم مطب } جناب حکیم محمود علی خاں صاحب
منیجر مطب } ماہر اکبرآبادی محلہ فراشخانہ دہلی

لکھنؤ میں کوٹھی کرایہ پر خالی ہے

واقع نیا گاؤں متصل گنگنی تالاب [illegible] والا جسکے ساتھ ملحقہ ایک زمین اندازاً دو سو [illegible] ہے چہار طرف دیوار کرادی جاوے گی جو صحن و باغیچہ کا کام دے گی۔ کرایہ [illegible] پتہ سے دریافت کریں۔

ڈاکٹر جی کے شرما [illegible]

کردے خدائے بزرگ جزائے خیر جاودہ ہے کوکر تو ڑ جس نے اپنی بساط کے مطابق بدعت کو۔

راقم بدعت شکن رحمانی دربھنگوی

ادب لطیف

باسی کڑھی کا ابال

اے حضرت - کل جدید لذیذ - آجکل فن ادب اردو طرح طرح کی لطافت سے مالامال ہورہا ہے - آگرے کے "پیانے" میں ایک نظم دیکھی تھی اور اسی وقت چند برجستہ چند زبان قلم سے نکل گئے تھے۔ طبع آزمائی کا اختیار ہر شخص کو ہے - پھر جب معانی سے کھٹ کرے تو نظم میں دیر نہیں لگتی بلکہ نظم نثر ہوجاتی ہے بے تکلف لکھتے چلے جائیے - مزید براں اگر تہذیب وشائستگی کی دُم میں بھی نمدا باندھ دیا تو سمجھ لیجیے کہ لطافت کے علاقے کے اسپیشل منیجر ہوگئے۔ لہذا کسی جنین چناں کرنے والے شاعر کو ہم بے لفظی ومعنوی اعتراض کا حق نہیں ہے ہم انکے پکارے کہتے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس آزادی کے زمانہ میں ننگی تصویریں سر بازار فروخت ہوتی ہیں - دیسے سگریٹ کیس اکثر مہذبین کے پاکٹ (جیب) میں دیکھے گئے ہیں جن میں کم از کم عورت کا پچھاڑا بالکل برہنہ بنایا گیا ہے۔

بدرومہ لینے آرا مکاؤ یا خوانچگاہ کی تصویروں میں اس حد سے بھی تجاوز روا رکھا گیا ہے لینے اگلا دھڑیا آگا بھی خوش غلاف نظر آتا ہے - دُنیا جانتی ہے کہ شاعری اور مصوری دو سگی بہنیں ہیں بس شاعری کا ننگا ہوجانا ہرگز معیوب نہیں - ہم نے تو ایک اُستاد کے نقش قدم پر قدم رکھا ہے نقل راچہ عقل۔

وہ سیمابی ستارہ ہوں۔ اُڑوں تو میں غبارہ ہوں
وہ نو اور دو میں گیارہ ہوں - وہ سیماب اور میں پارہ ہوں
میں وہ آوارہ بنجارہ ہوں - کہ اُن کا پشت خارہ ہوں
وہ جمنا کا کنارہ ہیں - میں حکمت کا پشارہ ہوں
وہ طبلہ میں نقارہ ہوں - چکارہ ہوں - چکارہ ہوں - نہ کیوں ناچوں نہ کیوں گاؤں کہ میں اک مست شاعر ہوں

اگر نکلا تھا گھر سے محض ان کا مشغلہ بن کر
بوا سیر فلاکت میں چھپا تھا میں مسا بن کر
صحافت میں ٹپکنے آرہا ہوں چو نچیلا بن کر
برستا ہے ادب کے سر پہ ساون کی گھٹا بن کر
مجھے مدنگ بجری وہ میں خدا جانے کہ ستانی - وہ ڈنڈا ہیں میں گھر چکر ہیں اک مست شاعر ہوں

مقام ارتعاش لرزش تحت الثری ہوں میں
بہار کائنات جنت دار البقا ہوں میں
کلیجا تھام کر رہ جاؤ وہ ترچھی ادا ہوں میں

غضب یہ ہے کہ کتیا کے ...... میں پھنسا ہوں میں
وہ لیلا ہوں شعلہ ہوں سلامی کی سچ کرتا ہوں - ساری آشنا ہو گر میں اک مست شاعر ہوں
وہ شعلہ ہیں میں اخگر ہوں - وہ موتے ہیں میں لاغر ہوں
وہ بھیا ہیں میں ڈانگر ہوں - وہ انگڑ ہیں میں بھگڑ ہوں
وہ ابا ہیں میں دختر ہوں - وہ گرگٹ ہیں میں کھنڈر ہوں
وہ کلوا ہیں میں لونا چاری کا میں منتر ہوں
.... اگر بھر جائے پیانہ تو میں بھی مست شاعر ہوں

"تحسر گاہ حرماں تک"
"جو ہے "حد نظر میری کریا سے گلستاں تک
سمجھتی ہیں مجھے شاعر بڑی خالہ سے اماں تک
چلم بھرتے ہیں میرے مدرسے میں حور وغلماں تک
اک "لینے آتے ہیں دوا یک کش دوزخ کے دربان تک
بوا سیر ادب ہوں منحستی ہوں - لنگوٹ فطرت ہوں کہ بھینسا بن کے آجاتا ہے پیچھے میرے شیطاں تک

ابو البیڈول مولانا کاواک قدس سرہ العزیز

المختصرات

ابکی سال بعض لمبی چوڑی بحثیں زبان کے متعلق چھڑ گئیں اور سال کی بلا سال ہی میں ختم ہونی چاہیے - اودھ پنچ کے چند نمبروں میں سوا کارٹونوں کے پولٹیکل مضامین کم ہیں - زبان کا فائدہ عین ملک کا فائدہ ہے لہذا ہمیں امید ہے کہ ناظرین اس خدمت کو حقیر نہ خیال فرمائیں گے۔

سُنتے ہیں کہ سردار رضا خاں پہلوی - ایران کے شاہ بن بیٹھے - مگر ہمیں ابتک یقین نہیں ہے یہ شاہی اگر ہے بھی تو چند روزہ ہے - اور چند روزہ بھی ہے تو اسکا چربا انگلستان کی نوعی طرز حکومت سے لیا گیا ہے - لہذا قومی ضرر سے خالی ہے - دل تو جب ہی مطمئن ہوتا جب ایرانی ایک بت بنا کے پوجنے سے پرہیز کرتے۔

ضرورت ہے
اختتام سال پر تجدید عہد خریداری کی فقط

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے پیچ پیچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے

بلکہ

گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

ایک

مشہور معروف کتاب ہے

اس کے

حصہ اول کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی اور عملی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کا

حصۂ دوم

طبع ہوا ہے۔ حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری نقشہ کتاب پر کھینچ رہا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں آپ کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔

قیمت جلد اول للعہ قیمت جلد دوم عہ

محصول ڈاک ہر حال میں ذمہ خریدار

المشتہر:۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد کے کارآمد خلائق مصنفات یہ وہ نادر تصنیفات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کو علمی بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھائیے اور کام کا آدمی بنائیے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قیمت بڑھ جائیے۔

افراد کاسبہ۔ پیشہ ور کے مطالعہ کی چیز ہے۔ اُردو ۱۲ر

الدین او سالکون۔ یعنی موازنہ مذہب و سائنس اُردو ۱۲ر۔

علم الاخلاق | مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل تھی اُردو۔ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے نصاب تعلیمی میں شامل تھی مجلد قیمت مع محصولڈاک عہ

امور عامہ۔ عربی فلسفہ عقلی کا کارآمد متن ہے ۱۲ر

زائد خریداروں کو کمیشن دیا جائے گا

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۲۴ء

کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد للعہ مع محصولڈاک۔ مشتاقین جلد طلب فرمائیں۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) نقد روپیہ پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن منہا کر دیا جائے گا۔ علاوہ خاص حالتوں کے پرانا پرچہ واپس نہ لیا جائیگا۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جن صاحب کو قوت مردمی کا مکمل اور بے نظیر علاج کرانا ہو تو اس پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔ جواب کیلئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

سید قائم حسین رضوی متصل غسل خانہ پاٹا نالہ لکھنؤ